از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 24 فروری، 1960

دی سٹیٹ آف وندھیا پردیش (اب مدھیہ پردیش)

بنام

موراد ھواج سنگھ ودیگراں

(بی پی سنہا، چیف جسٹس، جعفر امام، اے کے سرکار، کے این وانچو اور جے سی شاہ، جسٹس صاحبان)

جاگیر، اس کا خاتمہ- قانون سازی کا آئینی جواز- وندھیا پردیش جاگیروں کے خاتمے اور زمینی اصلاحات ایکٹ، 1952 (XI، سال 1952)، دفعات 22 (1)، 37، شیڈول شق (4) (e)- مجموعہ ضابطہ دیوانی (ایکٹ V، سال 1908)، دفعہ 9- بھارت کا آئین، آرٹیکل 31A -

ان اپیلوں نے وندھیا پردیش کے جاگیروں کے خاتمے اور زمینی اصلاحات ایکٹ، 1952 (XI، سال 1952) کے آئینی جواز پر سوال اٹھایا۔ آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت جوڈیشل کمشنر کے سامنے اس بنیاد پر درخواستیں دی گئیں کہ ایکٹ کی مختلف توضیعات کی آئین کی طرف سے ضمانت شدہ بنیادی حقوق کے استعمال پر غیر معقول پابندیاں لگائی ہیں۔ جوڈیشل کمشنر نے فیصلہ دیا کہ ایکٹ کے شیڈول کی دفعہ 22 (1)، دفعہ 37 اور شق (4)(e) کو چھوڑ کر یہ ایکٹ آئینی طور پر درست ہے۔ ریاست نے حکم کے اس حصے کے خلاف اپیل کی جس نے تینوں توضیعات کو غیر آئینی قرار دیا اور درخواست گزاروں میں سے ایک نے باقی ایکٹ کو آئینی قرار دینے والے حکم کے خلاف اپیل کی۔

قرار پایا گیا کہ ریاست کو اپیل کی اجازت دی جانی چاہیے اور درخواست گزار کی اپیل کو خارج کر دیا جانا چاہیے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and integrity of this document

یہ کہنا درست نہیں تھا کہ ایکٹ کی دفعہ 22، جو ایکٹ کی دفعہ (a)7 کو نافذ کرنے کی اسکیم کا تعین کرتی ہے، جو جاگیرداروں کو اپنی جاگیروں کے خاتمے کے بعد بھی کچھ زمینوں پر قبضے میں رہنے کی اجازت دیتی ہے، ایک منمانی قانون سازی کا حصہ ہے اور اس لیے یہ قانون ساز کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اس حصے کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایک طرف جاگیرداروں اور دوسری طرف زمین کے دوسرے قابضوں کے درمیان امتیازی سلوک کرتا ہے، جن پر دفعہ (1)28 لاگو ہوتی ہے، کیونکہ ان کا تعلق الگ الگ اور مختلف طبقات سے ہے۔

یہاں تک کہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ ان کا تعلق ایک ہی طبقے سے ہے اور دفعہ 22 امتیازی ہے، وہ دفعہ آئین کے آرٹیکل 31A کے ذریعے محفوظ ہے۔

منمانی قانون سازی کے بارے میں سوال واقعی قانون سازی کی اہلیت سے متعلق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ وندھیا پردیش قانون سازیہ آئین کے ساتویں شیڈول کے اندراج 18، فہرست II کے تحت متنازعہ توضیعات نافذ کرنے کے لیے مکمل طور پر اہل تھا۔

کے سی گجپتی نارائن دیو بنام ریاست اڑیسہ [1954] ایس سی آر I اور رگھوبیر سنگھ بنام ریاست اجمیر (اب راجستھان) [1959] .Supp(1) ایس سی آر 478، پر انحصار کیا۔

اس دلیل میں کوئی بنیاد نہیں تھی کہ ایکٹ کا دفعہ 37 مجموعہ ضابطہ دیوانی کے دفعہ 9 کے خلاف ہے اور اس کے نتیجے میں ریاستی قانون سازیہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ وندیا پردیش قانون سازیہ کے پاس بلاشبہ ساتویں شیڈول کے اندراج 3، فہرست II کے تحت ایکٹ کے دفعہ 37 جیسی توضیعات بنانے کا اختیار تھا اور ایک بار ایسا کرنے کے بعد، ضابطے کے دفعہ 9 کا آخری حصہ لاگو ہوگا اور سول عدالتوں کے دائرہ اختیار کو ایکٹ کے دفعہ 37 کے ساتھ پڑھے جانے والے ضابطے کے دفعہ 9 کے ذریعے روک دیا جائے گا۔

نہ ہی یہ کہنا درست تھا کہ شیڈول کی شق (4)(e) جاگیردار کو معاوضے کے بغیر اس کے ملکیت کے سود سے محروم کرتی ہے۔ اگرچہ اسے اپنے پاس باقی زمین کا کرایہ ادا کرنا پڑ سکتا ہے، لیکن اس طرح کی زمین کے لیے اس کی طرف سے کوئی محصول ادا نہیں کیا جاتا تھا اور معاوضے کا اندازہ لگانے میں محصول کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

اس لیے پورا ایکٹ آئین کے آرٹیکل 31A کے تحفظ میں آتا ہے اور اس عدالت کے فیصلوں کے پیش نظر اس کی آئینی جواز سوال سے بالاتر ہے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

قانونی مقدمہ کا حوالہ دیا گیا۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 40 سے 110، سال 1955۔

سابق جوڈیشل کمشنر کورٹ، وندھیا پردیش، ریوا کے 12 نومبر 1953 کے فیصلے اور حکم سے اپیل۔ درخواستیں (تحریری) نمبر 51 سے 119 اور 121، سال 1953۔

ہندوستان کے سالیسٹر جنرل سی کے دپھتری، مدھیہ پردیش ریاست کے ایڈوکیٹ جنرل ایم ادھیکاری اور آئی این شروف نے اپیل کنندہ (55 کے C.As نمبر 40 سے 109) اور جواب دہندہ (C.A نمبر 55/110 میں) کی طرف سے درخواست گزار کی طرف سے کام کیا۔

جواب دہندگان (C.As نمبر 40، 51، 52، 54، 65 اور 55/100 میں) اور اپیل کنندہ (C.A نمبر 55/110 میں) کے بی استھانا، ایس این اینڈلے، جے بی دادا چنجی، رامیشور ناتھ اور پی ایل ووہرا۔

1960. فروری، 24.

عدالت کا فیصلہ وانچو، جسٹس نے دیا۔

وانچو، جسٹس-وندھیا پردیش کے جوڈیشل کمشنر کی طرف سے دیے گئے سرٹیفکیٹ پر یہ اکہتر اپیلیں آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت اس عدالت کے سامنے دائر ستر درخواستوں میں سے پیدا ہوتی ہیں جو وندھیا پردیش کے جاگیروں کے خاتمے اور لینڈ ریفارمز ایکٹ، نمبر XI، سال 1952، (اس کے بعد ایکٹ کہا جاتا ہے)۔ جوڈیشل کمشنر کے ذریعے ایک مشترکہ فیصلے کے ذریعے انہیں نمٹا دیا گیا۔ ہم ان اپیلوں کو بھی ایک مشترکہ فیصلے کے ذریعے نمٹائیں گے۔ ان اپیلوں میں سے ستر (نمبر 40 سے 109) ریاست وندھیا پردیش (اب مدھیہ پردیش) کی طرف سے ہیں جبکہ ایک (نمبر 110) ایک جاگیر دار برجندر سنگھ کی طرف سے ہے۔

جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں درخواست گزاروں کا معاملہ یہ تھا کہ یہ ایکٹ غیر آئینی تھا کیونکہ اس میں مختلف توضیعات کے آئین کے حصہ III کے تحت درخواست گزاروں کو ضمانت شدہ بنیادی حقوق کے استعمال پر غیر معقول پابندی عائد کی تھی۔ جوڈیشل کمشنر نے فیصلہ دیا کہ یہ ایکٹ آئینی تھا، سوائے اس کی تین توضیعات، یعنی ایکٹ کے شیڈول کی دفعہ 22(1)، دفعہ 37 اور شق (4)(e)۔ ریاست کی طرف

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

سے ستر اپیلیں حکم کے اس حصے کے حوالے سے ہیں جن میں ان تینوں دفعات کو غیر آئینی قرار دیا گیا ہے۔ برجندر سنگھ کی اپیل حکم کے اس حصے کے خلاف ہے جس کے ذریعے باقی ایکٹ کو آئینی قرار دیا گیا تھا۔

ہم سب سے پہلے برجندر سنگھ کی اپیل پر غور کریں گے۔ برجندر سنگھ کے قابل وکیل آئین کے آرٹیکل 31A اور ریاست بہار بنام مہاراجادھی راجا سر کامشور سنگھ (1)، وشویشور راؤ بنام ریاست مدھیہ پردیش (2)، راجہ سوریہ پال سنگھ بنام ریاست یوپی (3)، کے سی گجاپتی نارائن دیو بنام ریاست اڑیسہ (4)، ٹھاکر امر سنگھ جی بنام ریاست راجستھان (5)، راجہ بھائرب میں اس عدالت کے فیصلوں کے پیش نظر مجموعی طور پر ایکٹ کی آئینی حیثیت کو چیلنج کرنے میں ناکام اور ہماری رائے میں صحیح تھے۔ بہار، مدھیہ پردیش، اتر پردیش، اڑیسہ، راجستھان، آسام، بمبئی، اجمیر اور پنجاب کی ریاستوں میں اسی طرح کے قانون سازی سے متعلق، نریندر نارائن بھوپ بنام ریاست آسام (6)، سری رام نارائن بنام ریاست بمبئی (7)، رگھوبیر سنگھ بنام ریاست اجمیر (اب راجستھان) (8) اور آتم رام بنام ریاست پنجاب (9)۔ اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایکٹ کی توضیعات کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے۔ ان حالات میں اپیل نمبر 110 خارج کر دی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ اس پر دباؤ نہیں ڈالا گیا تھا اس لئے ہم یہ صحیح سمجھتے ہیں کہ فریقین کو اس اپیل کے اپنے اخراجات خود برداشت کرنے چاہئیں۔

اب ہم ریاست کی اپیلوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایکٹ کا مقصد جاگیر اراضیوں کو دوبارہ شروع کرنا ہے۔ دفعہ 5 میں نوٹیفکیشن کے ذریعے جاگیر اراضی کے کسی بھی طبقے کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے تاریخ مقرر کرنے کا التزام ہے اور ریاستی حکومت کو جاگیر اراضی کے مختلف طبقات کے لیے مختلف تاریخیں طے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ دفعہ 6 اس طرح کی بحالی کے نتائج فراہم کرتا ہے۔ دفعہ 7، تاہم یہ بتاتا ہے کہ دفعہ 6 میں موجود کسی بھی چیز کے باوجود، کچھ اراضی جاگیر داروں کے قبضے میں رہیں گی اور اس کی شق (a) مادی ہے اور اس کا حوالہ یہاں دیا جا سکتا ہے۔

"جاگیر دار باب IV میں بیان کردہ شرائط اور پابندیوں کے تابع اس حد تک اپنے صاحب اور خود کش کے قبضے میں رہے گا۔"

دفعات 10 اور اس کے بعد کے دفعات جو ایکٹ کے باب III میں ظاہر ہوتے ہیں معاوضے کے لیے فراہم کرتے ہیں اور شیڈول اس طریقے کو فراہم کرتا ہے جس میں معاوضے کا حساب لگایا جائے گا۔ اس کے بعد باب IV آتا ہے، جو سر اور خود کاشت کی زمینوں سے متعلق ہے۔ دفعہ 20 جاگیر دار کی طرف سے ذاتی کاشت کے لیے زمین کی الاٹمنٹ کے لیے درخواست فراہم کرتا ہے۔ دفعہ 21 میں تحصیلدار کی طرف

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

سے اس طرح کی درخواست پر مقررہ طریقے سے تحقیقات، اور زمین کی الاٹمنٹ اور باب کی بقیہ توضیعات کو مد نظر رکھتے ہوئے جاگیر دار کو اس کا پٹہ جاری کرنے کا التزام ہے۔ اس کے بعد دفعہ 22 آتا ہے، جس کا مکمل حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

"(1) ایک جاگیر دار کو وہ تمام سر اور خود کاشت اراضی الاٹ کی جائے گی جو وہ ذاتی طور پر دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ سے فوراً پہلے تین سال کی مسلسل مدت کے لیے کاشت کر رہا تھا۔

(2) ایک جاگیر دار جس کی جاگیروں کو اس ایکٹ کے تحت دوبارہ شروع کیا گیا ہے۔

(a) جسے ذیلی دفعہ (1) کے تحت کوئی سر یا خود کاشت زمین الاٹ نہیں کی گئی ہو، یا

(b) جسے کوئی ایسی زمین الاٹ کی گئی ہو جو کم سے کم رقبے سے کم ہو،

اگر وہ اس لیے درخواست دے سکتا ہے، تو دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ پر اس کی ذاتی کاشت میں کوئی دوسری سر یا خود کاشت زمین الاٹ کی جا سکتی ہے یا جہاں ایسی زمین یا اس طرح کی زمین کا کافی رقبہ نہیں ہے، جاگیر اراضی میں ایسی زمین کی دستیابی کے تابع کوئی غیر آباد قابل کاشت افتادہ آراضی تاکہ -

(i) شق (a) کے تحت آنے والے معاملے میں، اس ذیلی دفعہ کے تحت اس کے لیے مختص کل رقبہ کم از کم رقبے کے برابر ہے، اور

(ii) شق (b) کے تحت آنے والے معاملے میں، اس ذیلی دفعہ کے تحت اس کے لیے مختص کردہ رقبہ اور ذیلی دفعہ (1) کے تحت مختص کردہ رقبہ کم از کم رقبے کے برابر ہے۔

وضاحت - اس ذیلی دفعہ میں 'کم از کم' کے بیان کے محاورہ کا مطلب ہے دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ پر جاگیر اراضی میں کل کاشت شدہ زمین کا دس فیصد یا 30 ایکڑ جو بھی زیادہ ہو:

بشرطیکہ کسی بھی صورت میں کم از کم رقبہ 250 ایکڑ سے زیادہ نہ ہو۔

باب V جاگیر اراضی میں کرایہ داروں، گروو ہولڈرز اور مکینوں کے حقوق سے متعلق ہے اور انہیں کچھ فوائد عطا کرتا ہے۔ باب VI ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے مشینری اور طریقہ کار فراہم کرتا ہے۔ آخری دفعہ (42) ریاستی حکومت کو ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے قواعد بنانے کا اختیار دیتی ہے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

قابل عدالتی کمشنر نے فیصلہ دیا ہے کہ دفعہ 22(1) قانون سازی کا ایک بناوٹی حصہ ہے۔ دفعہ 22 کی اسکیم دفعہ 7(a) کو نافذ کرنے کے لیے ہے جس کے ذریعے کچھ زمینوں کو جاگیر دار کے قبضے میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ دفعہ 22(1) میں کہا گیا ہے کہ وہ تمام سر اور خود کاشت اراضی جو ایک جاگیر دار ذاتی طور پر دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ سے فوراً پہلے تین سال کی مسلسل مدت کے لیے کاشت کر رہا تھا، تحصیلدار کے ذریعے اسے الاٹ کی جائے گی۔ ذیلی دفعہ (2) ان معاملات کے لیے فراہم کرتی ہے جہاں ایسی کوئی زمین نہیں ہے جو ذیلی دفعہ (1) کے تحت کسی جاگیر دار کو الاٹ کی جا سکے یا جہاں زمین، جو ذیلی دفعہ (1) کے تحت اسے الاٹ کی جا سکتی ہے، کم سے کم رقبے سے کم ہے جیسا کہ دفعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں جاگیر دار کو کم سے کم رقبے تک دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ پر اس کی ذاتی کاشت میں کوئی دوسری سر یا خود کاشت زمین الاٹ کی جا سکتی ہے۔ تاہم، جہاں اس طرح کی الاٹمنٹ کے بعد بھی کم سے کم حد تک نہیں پہنچا ہے، وہاں جاگیر دار کو ذیلی دفعہ (2) کے تحت جاگیر میں کسی بھی غیر آباد قابل کاشت افتادہ آراضی کے تحت الاٹ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس علاقے تک ایسی زمین کی دستیابی ہو۔ کم سے کم رقبے کا مطلب ہے کہ دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ پر جاگیر میں کل کاشت شدہ رقبے کا دس فیصد یا 30 ایکڑ جو بھی زیادہ ہو، اس فقرہ کے تابع ہے کہ کسی بھی صورت میں کم سے کم رقبہ 250 ایکڑ سے زیادہ نہیں ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں، دفعہ 22(1) میں کہا گیا ہے کہ پہلی بار میں جاگیر دار کو اپنی ساری سر اور خود کاشت زمین ملے گی جو وہ دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ سے پہلے مسلسل تین سال سے کاشت کر رہا تھا۔ تاہم اگر ایسی کوئی زمین نہیں ہے یا اگر جاگیر دار کو الاٹ کی گئی اس قسم کی زمین کم سے کم رقبے سے کم ہے تو وہ کم سے کم رقبے کے لیے تین سال سے بھی کم عرصے کے لیے اپنے قبضے میں موجود سر یا خود کشت زمین سے مزید الاٹمنٹ کا حقدار ہو گا۔ آخر میں اگر کم سے کم رقبہ ایسی زمین کی الاٹمنٹ کے ذریعے بھی نہیں بنایا جاتا ہے جو تین سال سے کم عرصے سے جاگیر دار کے قبضے میں ہے تو وہ کم سے کم رقبے کے لیے ایسی زمین کی دستیابی کے تابع غیر آباد قابل کاشت افتادہ آراضی کی الاٹمنٹ کا حقدار ہو گا؛ لیکن ذیلی دفعہ (2) کی توضیعات کم سے کم 250 ایکڑ کے تابع ہیں۔ ہم یہ سمجھنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں کہ ان توضیعات کو بناوٹی قانون سازی کا ٹکڑا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ فاضل عدالتی کمشنر کا خیال ہے کہ تین سال کی مسلسل کاشت کی مدت کو دفعہ 22(1) کے تحت الاٹمنٹ کی شرط بنایا گیا ہے، اس لیے جاگیر داروں اور زمین کے دوسرے قابضوں کے درمیان امتیازی سلوک ہے جن کے معاملات میں۔ 28(1) بشرطیکہ ہر وہ شخص جو دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ پر کسی بھی جاگیر اراضی کے قابض کے طور پر ریونیو ریکارڈ میں درج کیا گیا ہے، اسے ایسی زمین کے سلسلے میں پٹہ دار کرایہ دار سمجھا جائے گا جس کا گاؤں کی شرح پر مشخصہ جائے گا۔ فاضل عدالتی کمشنر آرٹیکل 31A کی توضیعات سے بے خبر نہیں تھا جس میں کہا گیا ہے کہ آرٹیکل 14

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

کے تحت امتیازی سلوک کی بنیاد پر ایسی کسی قانون سازی کو ختم نہیں کیا جائے گا۔تاہم انہوں نے سوچا کہ یہ ایک اضافی شرط تھی جو اس لیے لگائی گئی تھی تاکہ جاگیر دار کو کم سے کم حد تک زیادہ سے زیادہ سر اور خود کاشت زمین سے محروم رکھا جاسکے اور یہ ان جاگیر داروں کو تکلیف پہنچانے کے لیے کیا گیا تھا جنہیں قانون ساز یہ پسند نہیں کرتا تھا۔اس لیے ان کا خیال تھا کہ اس طرح کی قانون سازی مکمل طور پر قانون ساز یہ کے اختیار سے باہر ہے اور ایک بناوٹی قانون سازی کے طور پر غلط ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس طرح کے حالات میں کوئی امتیازی سلوک کیسے پیدا ہو سکتا ہے، کیونکہ جاگیر دار واضح طور پر ایک طبقے کے ہوتے ہیں جبکہ جاگیر داروں کے علاوہ دیگر زمینوں پر قابض افراد کا تعلق دوسرے طبقے سے ہوتا ہے۔دوسرا، یہاں تک کہ اگر یہ مانا جاسکے کہ جاگیر دار اور زمین کے دیگر قابض ایک ہی طبقے میں تھے اور دفعہ 28(1) کے مقابلے میں دفعہ 22(1) کے تحت امتیازی سلوک تھا، تو اس طرح کا امتیازی سلوک آرٹیکل 31A میں مخصوص آئینی توضیع کے پیش نظر دفعہ 22 (1) کو ختم کرنے کی بنیاد نہیں ہو سکتا۔اس مشکل کی وجہ سے ہی فاضل عدالتی کمشنر نے امتیازی سلوک کی بنیاد پر دفعہ 22(1) کو ختم نہیں کیا بلکہ کہا کہ یہ قانون سازی کا ایک بناوٹی حصہ ہے۔اس عدالت نے کے سی گجپتی نارائن دیو بنام ریاست اڑیسہ ([1]) میں ایک بناوٹی قانون سازی کا تعین کیا ہے۔اس کی طرف اشارہ کیا گیا کہ:—

"سوال یہ ہے کہ آیا کوئی قانون ایک بناوٹی قانون ساز یہ تھی اور اس طرح کے غیر قانونی ہونے کا انحصار قانون منظور کرنے میں قانون ساز یہ کے مقصد یا صداقت پر نہیں بلکہ قانون ساز یہ کی اس خاص قانون کو منظور کرنے کی اہلیت پر ہوتا ہے، اور ایسے معاملات میں عدالتوں کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ آیا قانون ساز یہ نے اپنے اختیارات کی حدود میں رہتے ہوئے کام کر نا ہے یا نہیں۔اس نے مواد اور حقیقت میں ان اختیارات کی خلاف ورزی کی ہے، جس کی مناسب جانچ پڑتال کے بعد اس جرم کو محض دکھاوا یا بھیس بدلنے کے طور پر چھپایا جارہا ہے۔بناوٹی قانون سازی کا پورا نظریہ اس اصول پر مبنی ہے کہ آپ بالواسطہ طور پر وہ کام نہیں کر سکتے جو آپ براہ راست نہیں کر سکتے ہیں۔"

اس اصول کو لاگو کرتے ہوئے یہ واضح ہے کہ اس معاملے میں وندھیا پردیش قانون ساز یہ کو ساتویں شیڈول کے اندراج 18، فہرست II کے تحت یہ توضیع بنانے کی مکمل اہلیت تھی۔یہاں ان طاقتوں کی خلاف ورزی کرنے اور خلاف ورزی کو دکھاوے یا بھیس بدلنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ہم نہیں سمجھتے کہ جوڈیشل کمشنر کے لیے قانون ساز یہ کو محرکات بتانا مناسب تھا جیسا کہ انہوں نے یہ کہہ کر کیا ہے کہ یہ توضیع ایک ایسے طبقے کو تکلیف پہنچانے کے لیے بنائی گئی تھی جسے قانون ساز یہ پسند نہیں کرتا تھا۔نہ ہی ہم یہ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

سمجھتے ہیں کہ اس دلیل میں کوئی طاقت ہے کہ آرٹیکل 31A کا زمین کی الاٹمنٹ سے متعلق دفعات پر کوئی اطلاق نہیں ہے، کیونکہ ایکٹ کے دفعہ 7 اور 22 جاگیر کے حصول کی اسکیم پر کام کرتے ہیں اور اتفاقی دفعات ہیں جو اس آرٹیکل کے تحت ایکٹ کے دفعہ 5 اور 6 میں موجود اہم توضیعات کے ساتھ یکساں طور پر محفوظ ہیں۔ (دیکھیں رگھوبیر سنگھ بنام ریاست اجمیر (اب راجستھان) ([1]۔ مجموعی طور پر دفعہ 22 کی توضیعات قانون سازی کے ارادے کو پورا کرنے کے لیے ایک اسکیم فراہم کرتی ہیں جس کا اظہار ایکٹ کے دفعہ 7(a) میں کیا گیا ہے اور ہماری رائے میں یہ بالکل آئینی ہیں۔

اب ہم ایکٹ کے دفعہ 37 کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ دفعہ ایکٹ کے طریقہ کار کے حصے میں ظاہر ہوتا ہے اور مندرجہ ذیل ہے:-

"(1) کسی بھی سول عدالت کو کسی بھی ایسے سوال کو حل کرنے، فیصلہ کرنے یا اس سے نمٹنے کا دائرہ اختیار نہیں ہوگا جسے اس ایکٹ کے ذریعے یا اس کے تحت تحصیلدار، ڈپٹی کمشنر، لینڈ ریفارم کمشنر، یا بورڈ آف ریونیو کے ذریعے حل کرنے، فیصلہ کرنے یا اس سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔

(2) سوائے اس کے کہ اس ایکٹ میں دوسری صورت میں فراہم کیا گیا ہے، اس ایکٹ کے تحت تحصیلدار، ڈپٹی کمشنر، لینڈ ریفارم کمشنر، یا بورڈ آف ریونیو کے کسی بھی حکم پر کسی عدالت میں سوال نہیں اٹھایا جائے گا۔"

اس طرح ذیلی دفعہ (1) کسی بھی معاملے کا فیصلہ کرنے کے لیے سول عدالت کے دائرہ اختیار کو چھین لیتی ہے جس کا فیصلہ ایکٹ کے تحت تحصیلدار، ڈپٹی کمشنر، لینڈ ریفارم کمشنر یا بورڈ آف ریونیو کے ذریعے کیا جانا ہے۔ ذیلی دفعہ (2) میں کہا گیا ہے کہ ان میں سے کسی بھی اتھارٹی کے ذریعے جاری کردہ کسی بھی حکم پر کسی عدالت میں سوال نہیں اٹھایا جائے گا۔ فاضل عدالتی کمشنر نے اس دفعہ کو اس بنیاد پر کالعدم قرار دیا ہے کہ یہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 9 کے منافی ہے، اس لیے کہ یہ سول عدالت کے دائرہ اختیار کو چھین لیتا ہے جو اس دفعہ کے تحت اس کے پاس ہے۔ دفعہ 9 میں کہا گیا ہے کہ سول عدالتوں کو دائرہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ سول نوعیت کے تمام مقدمات کی سماعت کریں سوائے ان مقدمات کے جن کا ادراک یا تو واضح طور پر یا مضمر طور پر ممنوع ہے۔ لہذا دفعہ 9 سول عدالتوں کو دائرہ اختیار فراہم کرتا ہے کہ وہ سول نوعیت کے تمام مقدمات کی سماعت کریں سوائے ان کے جو کسی دوسرے قانون کے ذریعہ واضح طور پر یا مضمر طور پر ممنوع ہیں۔ دفعہ 37 کی توضیعات قانون میں زیر بحث معاملات کے سول عدالتوں میں مشتعل ہونے پر ایک واضح رکاوٹ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ علمی عدالتی کمشنر یہ سوچتا ہے کہ دفعہ 9 وندھیا پردیش جیسی حصہ C ریاست کی

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document

قانون سازیہ کے عدالتوں کے دائرہ اختیار کے حوالے سے قانون سازی کے اختیار کو چھین لیتی ہے۔ قانون سازیہ کو اختیار اندراج 3، فہرست II کے ذریعے دیا گیا ہے اور مجموعہ ضابطہ دیوانی کے دفعہ 9 سے متاثر نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت دفعہ 9 تسلیم کرتی ہے کہ اگر کوئی مجاز قانون سازیہ کسی سول عدالت کے دائرہ اختیار کو روکتے ہوئے کوئی قانون پاس کرتا ہے، تو سول عدالت کا اس طرح کے مقدمے کا نوٹس لینے کا دائرہ اختیار، چاہے وہ سول نوعیت کا ہی کیوں نہ ہو، خارج کر دیا جاتا ہے۔ ہماری رائے میں حصہ C کی حکومت اسٹیٹس ایکٹ، نمبر 22 کے دفعہ 22 میں جانا غیر ضروری تھا۔XLIX، سال 1951 اور اس سلسلے میں آئین کے آرٹیکل 254 سے اس کا موازنہ کریں۔ دفعہ 37 کسی بھی طرح سے دفعہ 9 کو متاثر نہیں کرتی۔ یہ صرف اتنا فراہم کرتا ہے کہ سول عدالتوں کو سول نوعیت کے کچھ معاملات سننے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہو گا ؛اور دفعہ 9 واضح طور پر تسلیم کرتا ہے کہ اگر ایسی توضیعات کسی قانون کے ذریعے کی جاتی ہے تو سول عدالتوں کا دائرہ اختیار ختم ہو جائے گا۔ اس طرح مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 9 اور ایکٹ کی دفعہ 37 کے درمیان کسی قسم کی دشمنی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اس معاملے میں قانون سازیہ کو دفعہ 37 جیسی توضیعات بنانے کا اختیار حاصل تھا اور ایک بار ایسا کرنے کے بعد دفعہ 9 کا آخری حصہ لاگو ہو گا اور سول عدالتوں کا دائرہ اختیار ایکٹ کے دفعہ 37 کے ساتھ پڑھے جانے والے دفعہ 9 کی وجہ سے روک دیا جائے گا۔ اس لیے عدالتی کمشنر کا یہ فیصلہ کہ دفعہ 37 وندھیا پردیش قانون سازیہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہے، درست نہیں ہے۔

آخر میں ہم شیڈول کی شق (4)(e) پر آتے ہیں۔ شیڈول معاوضے کی گنتی کا طریقہ فراہم کرتا ہے۔ شق (3) میں اس طریقے کا تعین کیا گیا ہے جس سے جاگیردار کی مجموعی آمدنی حاصل کی جائے گی۔ شق (4) میں بتایا گیا ہے کہ کچھ کٹوتیاں کرنے کے بعد خالص آمدنی کیسے حاصل کی جائے گی۔ ان میں سے ایک کٹوتی اس شق کی ذیلی شق (e) میں ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:-

"جہاں جاگیردار کو اس ایکٹ کے تحت موجودہ بندوبست کے نرخوں پر بنیادی سال کے لیے کوئی سریا خودکاشت یا کوئی دوسری زمین یا کوئی باغ الاٹ کیا جاتا ہے (بنیادی سال میں اس طرح کی زمین اور باغ کے سلسلے میں اس کی طرف سے ادا کردہ زمینی محصول کو اس طرح سے کم کیا جائے جو مقرر کیا جائے)۔

یہ ذیلی شق درحقیقت شق (3) کی ذیلی شق (b) (i) کے خلاف ہے۔ ان دونوں شقوں کے ذریعہ فراہم کردہ حساب کا طریقہ یہ ہے کہ مجموعی آمدنی سب سے پہلے اس زمین کو مدنظر رکھے بغیر حاصل کی جاتی ہے جو دفعہ 7(a) کے تحت جاگیردار کے پاس باقی رہتی ہے۔ اس کے بعد معاوضے کے مقصد کے لیے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and integrity of this document

خالص آمدنی تک پہنچنے کے لیے سر اور خود کاشت زمین کا کرایہ جو جاگیر دار کے پاس باقی رہتا ہے اسے مد نظر رکھا جاتا ہے اور اس کی قیمت کا تعین شق (3)(b) (i) کے تحت اس کے سلسلے میں قابل ادائیگی محصول سے کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے مجموعی آمدنی سے کاٹ لیا جاتا ہے، اس وجہ سے کہ یہ زمین جاگیر دار کے پاس رہتی ہے۔ فاضل عدالتی کمشنر کا خیال ہے کہ اس توضیع کا ریاضیاتی نتیجہ یہ ہے کہ جہاں تک ان زمینوں کا تعلق ہے، زمیندار نے اپنا ملکیتی مفاد کھو دیا ہے اور اسے حکومت کو کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، لیکن ساتھ ہی اسے کوئی معاوضہ نہیں ملتا ہے۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگرچہ زمیندار کو مستقبل میں اپنے پاس باقی زمین کا کرایہ ادا کرنا پڑ سکتا ہے، لیکن وہ ایسی زمین کے حوالے سے اب تک اس کی طرف سے ادا کی جانے والی کوئی آمدنی ادا نہیں کرتا ہے۔ ان حالات میں، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے بغیر کسی معاوضے کے ملکیتی سود سے محروم کر دیا گیا ہے، کیونکہ اسے زمینی محصول کی ادائیگی کے الزام سے فارغ کر دیا گیا ہے جسے اس مقصد کے لیے خالص اثاثوں تک پہنچنے میں بھی مد نظر رکھا گیا ہے، اور اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ زمین دیگر تمام مقاصد کے لیے اس کے قبضے میں ہے، وہ بس اتنی ہی توقع کر سکتا ہے۔ اس لیے ہماری رائے ہے کہ شیڈول کی شق (4)(e) میں کچھ بھی غیر آئینی نہیں ہے۔

اس لیے ہم اپیل نمبر 110 کو خارج کرتے ہیں لیکن فریقین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اخراجات خود برداشت کریں۔ ہم اپیل نمبر 40 سے 109 کی اجازت دیتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ شیڈول کی دفعہ 22 (1)، دفعہ 37 اور شق (4)(e) درست اور آئینی ہیں۔ چونکہ ان اپیلوں میں جواب دہندگان نے ان کا سنجیدگی سے مقابلہ نہیں کیا ہے اس لیے ہم فریقین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اخراجات خود برداشت کریں۔

اپیل نمبر 110 خارج کر دی گئی۔
اپیل نمبر 40 سے 109 منظور کی گئی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:23
I attest to the accuracy and
integrity of this document